

فقروفاقہ اور اس کا اسلامی حل

۴۸۱

از: یوسف القرضاوی - ترجمہ و تلخیص: عبدالمجید صدیقی

زکوٰۃ انصاف کے ساتھ عائد کی گئی | اسلام نے مال پر زکوٰۃ مقرر کرنے میں بڑے عدل و انصاف سے کام لیا ہے۔ اس نے دو متمند کی محنت کا بھی خیال رکھا ہے اور غریب و نادار کے حق کا بھی۔ دو متمند کے ساتھ نا انصافی نہیں کی گئی اور فقیر کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ابن قیم اپنی مشہور کتاب زاد المعاد میں زکوٰۃ کے بارے میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر عنوان لکھتے ہیں:-

زکوٰۃ کے سلسلہ میں آپ کا طرز عمل پر لحاظ سے کامل و مکمل تھا، وقت کے لحاظ سے بھی، قدر کے لحاظ سے بھی، نصاب کے لحاظ سے بھی اور مصرف زکوٰۃ میں بھی۔ اس میں ارباب اموال اور غریب اور مسکین دونوں کی ضروریات و مصالح کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو مال اور صاحب مال کے لیے باعثِ طہارت بنایا ہے۔ چنانچہ اسے صرف اغنیاء پر ہی واجب کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ زوالِ نعمت سے محفوظ رہتا ہے، بلکہ اس کے مال میں برکت اور افزائش ہوتی ہے اور آفات کو اس سے دور کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح گویا زکوٰۃ ادا کرنا زکوٰۃ ادا کرنے والے کے لیے ایک قسم کی حفاظت، فسیل اور قلعہ بن جاتا ہے۔

زکوٰۃ سال میں صرف ایک بار فرض ہے۔ نیز اسے بچوں اور ضلوع کے بچنے اور مکمل ہونے کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے۔ اور یہ سب سے زیادہ منصفانہ قانون ہے کیونکہ ہر ماہ یا ہر جمعہ اسے فرض قرار دینا صاحب مال کے لیے ضرر رساں تھا اور عمر میں صرف ایک بار فرض کرنا مسکین کے حق میں نقصان دہ تھا۔ چنانچہ سال میں ایک بار فرض کرنا فی الحقیقت سب سے زیادہ منصفانہ ہے۔ پھر حصول دولت کے لیے صاحب دولت کی کوشش و محنت اور کلفت و مشقت کو دیکھ کر زکوٰۃ کی مقدار میں بھی فرق کر دیا گیا۔ چنانچہ ایسی دولت جو کسی شخص کو اپنا ہے، جس سے مل جاتے ہے، یا زکوٰۃ دینے، تو اس پر خمس یا چھٹا

فرض کیا گیا اور اس کے لیے سال کا گزرنا شرط قرار نہیں دیا گیا بلکہ جو نہی ایسا خزانہ ملے شمس کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔ رہے پھل اور فصلیں جن میں انسان کو حصول دولت کے لیے اس سے زیادہ محنت و مشقت کرنا پڑتی ہے، اس پر یکاز سے نصف یعنی عشر (دسواں حصہ) زکوٰۃ لگائی گئی ہے بلکہ زمین کی دستی، آبپاشی اور لہجائی وغیرہ پر زیادہ محنت و مشقت سے سابقہ پیش آتا ہے۔ یہ تو ان فصلوں اور باغات کے متعلق ہے جن کی آبیاری قدرتی ذرائع آبپاشی سے ہوتی ہے اور انسان کو پانی وغیرہ خریدنے یا کنوئیں وغیرہ کھودنے کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی۔ مگر جس زمین کی آبیاری کے لیے انسان کو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے یعنی وہ اس کی آبیاری نہروں اور نالیوں یا کنوئوں سے کرتا ہے اس کی پیداوار پر نصف عشر (یعنی بیسواں حصہ) زکوٰۃ فرض کی گئی ہے۔ اور جب مال و دولت کی بڑھوتری کا اختصار صاحب مال کی مسلسل محنت و کوشش پر ہو یعنی وہ اس کے لیے کبھی تو سفر کی صعوبتیں برداشت کرے اور کبھی حصول زر کے ذرائع (مثلاً دکان کارخانہ اور دیگر تجارتی ادارے وغیرہ) کے انتظام و انصرام اور نگرانی کی تکلیف اٹھائے تو ایسی صورت میں مال کا ربع عشر (چالیسواں حصہ) زکوٰۃ مقرر کی گئی ہے۔

بلاشبہ موقوفہ ذکر کام میں فصلوں اور پھلوں کی پیداوار سے زیادہ تکلیف اور مشقت اٹھانا پڑتی ہے، اور فصلوں اور پھلوں کی پیداوار میں تجارت کی نسبت ترقی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ لہذا تجارتی مال کی نسبت فصلوں اور پھلوں پر زیادہ زکوٰۃ مقرر کی گئی ہے۔ اور جس زمین کو بارش یا نہروں سے سیراب کیا جائے اس کی نمو اور پیداوار اس زمین سے زیادہ ہوتی ہے جس کو پون چکیوں کاریزوں اور نہالیوں وغیرہ سے سیراب کیا جائے۔ اور ایک جگہ جمع شدہ مال یعنی دینہ مل جائے تو یہ صورت حصول زر کی مذکورہ بالا تمام صورتوں سے زیادہ نفع بخش اور آسان ہے۔ پھر چونکہ مال کی ہر مقدار کا مالک اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ دوسروں کی مدد کر کے اس لیے مال کی ایک خاص مقدار بطور نصاب مقرر کر دی گئی ہے کہ صرف بقدر نصاب مال رکھنے والے ہی پر فریضہ زکوٰۃ عائد ہوتا کہ ارباب مال کے ساتھ بھی زیادتی نہ ہو اور فقراء مساکین کی ضرورت بھی پوری ہو جائے۔

پروردگار عالم نے صدقہ کا ان اٹھ حصوں میں تقسیم فرمایا ہے جو انسانوں کی دوستیوں میں پائے جاسکتے

ہیں۔ پہلے تو وہ لوگ ہیں جو کسی حاجت و ضرورت کے پیش نظر صدقہ لیتے ہیں اور حاجت کی شدت و کمی اور کثرت و قلت کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ ان لوگوں میں فقراء و مساکین، غلام اور مسافر وغیرہ آتے ہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں جو منفعت کے لیے لیتے ہیں۔ ان میں زکوٰۃ جمع کرنے والے، مولدۃ القلوب اور اصلاح ذات البین کے لیے فرض یا تاوان وغیرہ ادا کرنے والے اور راہ حق کے مجاہد شمار ہوتے ہیں۔ اگر زکوٰۃ و صدقات لینے والا محتاج نہ ہو اور اُسے صدقہ دینے میں مسلمانوں کے لیے کوئی منفعت نہ ہو تو ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ میں کوئی حصہ نہیں۔

زکوٰۃ کے بارے میں حکومت کی ذمہ داری زکوٰۃ جیسا کہ واضح ہو چکا، ایک مقررہ مسلم حق ہے۔ یہ خداوند عالم کی طرف سے فرض کیا گیا ہے۔ اور یہ ایسا حق نہیں جسے افراد کی سوا بید پر چھوڑ دیا جائے کہ ان میں سے جو فرد اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ تو اسے ادا کر دے اور جس کا یقین آخرت پر کمزور ہو اور خوف الہی سے بھی اسے بہرہ کم تر ملا ہو، وہ اسے ادا نہ کرے۔ یہ انفرادی حسان نہیں بلکہ ایک اجتماعی انتظام ہے جو حکومت کی زیر نگرانی کام کرتا ہے اور ایک سرکاری ادارہ اسے چلاتا ہے۔ وہ ان لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرتا ہے جن پر زکوٰۃ فرض ہے اور ان لوگوں کو دیتا ہے جن کے لیے یہ فرض کی گئی ہے۔

قرآنی دلیل | اس پر سب سے واضح ترین قرآنی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کے کام کی نگرانی کرنے والوں کا اکٹھے اور الگ الگ ذکر فرمایا ہے۔ انہیں عاملین علیہا سے موسوم کیا ہے۔ زکوٰۃ کے مال میں ان کا بھی حصہ رکھ دیا ہے۔ اور انہیں اس بات کا محتاج نہیں رکھا کہ وہ کسی دوسرے ذریعے سے اپنی تنخواہیں لیں تاکہ انہیں معاشی طور پر تحفظ حاصل ہو جائے اور وہ اپنے کام کو باحسن و جود انجام دے سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ
وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمَوْلَاةِ قُلُوبِهِمْ وَ
فِي السَّبَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ
صدقات تو بس فقیروں، مسکینوں اور عاملین کیلئے
ہیں جو ان صدقات دے کے وصول اور تقسیم کرتے
پر مقرر ہیں۔ اور ان کے لیے ہیں جن کے دلوں میں

وَأَبِ السَّبِيلِ فَرَبِّعَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورہ توبہ: ۶۰)

الغنت ڈالنی ہے۔ اور گردنوں کے چھڑانے اور قرضداروں کے قرض ادا کرنے اور اللہ کی راہ اور اللہ کے زاویہ میں خرچ ہونے چاہئیں، فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

کتاب اللہ کی اس نص صریح کے بعد کسی تاویل اور ڈھیل اور ظن و تیس کی گنجائش نہیں۔ خاص کر اس کے بعد تو بالکل ہی گنجائش نہیں ہو سکتی جب کہ اس آیت نے مستحقین زکوٰۃ و صدقات کی اقسام اور حد بندی کو فریضۃ من اللہ کہہ دیا ہے۔ اب کون ہے جو اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرض کو معطل کرنے کی جرأت کر سکے؟

اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ ہی میں زکوٰۃ کے مصارف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ
وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ
سَكَنٌ لَهُمْ - (توبہ: ۱۰۳)

لے لیجیے ان کے اموال میں سے صدقہ تاکہ آپ پاک کر دیں ان کو اور صاف کر دیں انہیں اس صدقے کے ذریعے اور دعا کیجیے ان کے حق میں بلاشک آپ کی دعا ان کے لیے دہر نکلیں ہے۔

متقدم و متاخر جمہور مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ اس آیت میں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے اور خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر اس شخص سے ہے جو بعد میں مسلمانوں کا والی ہو۔

سنت نبوی | ابن عباس سے مروی جو مشہور حدیث صحیحین وغیرہ میں وارد ہے۔ اس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو مین بھیجتے وقت ان سے فرمایا تھا: "جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک صدقہ فرض کیا ہے۔ جو ان کے اغیار سے لے کر زعفران و مسکین کو دیا جاتا ہے تم انضیا کو اس کے ادا کرنے کا حکم دینا اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر دیکھو، ان کے عمدہ اور بہترین مال مت لینا۔ اور مظلوم کی دعا سے ڈرنا کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حامل نہیں۔"

اس حدیث کے جس حصے کو ہم بطور استدلال پیش کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کا یہ فرمان اُس فرض شدہ صدقہ (زکوٰۃ) کے بارے میں ہے جو انبیاء سے لے کر فقہائے امت کو دیا جاتا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایک وصول کرنے والا زکوٰۃ وصول کرے اور ایک تقسیم کرنے والا اس سے خرابو مساکین میں تقسیم کرے نہ کہ اسے اُس شخص کے اختیار اور سوا بدید پر چھوڑ دیا جائے جس پر اس کا ادا کرنا فرض ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں مذکورہ بالا حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حاکم وقت ہی زکوٰۃ کی وصولی اور اس کے صرف و تقسیم کا ذمہ دار ہوتا ہے، خواہ وہ یہ کام خود کرے یا اپنے کسی نائب کے ذریعے اسے انجام دے، اور جو شخص زکوٰۃ دینے سے انکار کرے اس سے جبراً وصول کرے۔

یہ جو کچھ قولی حدیث میں وارد ہے اس کو اس سنتِ عملی اور تاریخی حقیقت سے اور بھی نفی نہیں پہنچتی ہے جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور ان کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں عمل ہوتا رہا ہے۔ اسی لیے علمائے کبار نے کہا ہے حاکم وقت کا یہ فرض ہے کہ وہ زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو بھیجے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد خلفائے راشدین زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو بھیج کر تھے۔ نیز چونکہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو مالدار تو ہیں مگر ان کو معلوم نہیں کہ ان پر مالدار ہونے کی صورت میں کیا کچھ واجب ہے، اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کسب و کسب ہوتے ہیں، اس لیے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو ان کے پاس بھیجنا بہت ضروری ہے۔

قوم کے اربابِ اموال پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ اس اہم فرض کی ادائیگی میں ان زکوٰۃ وصول کرنے والوں سے تعاون کریں اور غنہی زکوٰۃ ان پر واجب ہوتی ہو وہ انہیں ادا کریں اور اموال زکوٰۃ میں سے کوئی شے بھی ان سے پرشیدہ نہ رکھیں۔ یہی حکم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کے اصحاب کا۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ سوارائیں گے جو تمہاری نظر میں ناپسندیدہ ہوں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں مر سنا کہو اور

جو کچھ وہ کرنا چاہیں انہیں کرنے دو۔ اگر وہ عدل و انصاف سے کام لیں گے تو یہ ان کے حق میں اچھا ہو گا اور اگر وہ ظلم و زیادتی سے کام لیں گے تو وہ اپنے کیے کی خود سزا پائیں گے۔ ان کی خوشی اور رضا کا مطلب یہ ہو گا کہ تم نے زکوٰۃ پوری ادا کر دی ہے اور انہیں چاہیے کہ وہ تمہارے لیے دعا کریں۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جب میں آپ کے فرستادے کو زکوٰۃ ادا کروں تو کیا میں اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک اس سے بری الذمہ ہو جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں، جب تم میرے فرستادے کو زکوٰۃ ادا کرو گے تو تم اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک اس سے بری الذمہ ہو جاؤ گے۔ اور تم اس کے اجر کے مستحق ہو جاؤ گے۔ اور گناہ کا مستحق وہ ہو گا جو اس میں رد و بدل کرے گا۔“

صحابہ کرام کے فتوے | سہل ابن ابوصالح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ”میرے پاس کچھ مال جمع ہو گیا جو نصاب زکوٰۃ کو پہنچ گیا تھا میں نے سعد ابن ابی وقاص، ابن عمر، ابو ہریرہ، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ کیا میں اُسے خود ہی تقسیم کر دوں یا حاکم وقت کے حوالے کر دوں؟ سب نے مجھے حکم دیا کہ حاکم وقت کے حوالے کر دو اور کسی نے بھی کوئی مختلف بات نہ کہی۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے اُن سے کہا: ”یہ حاکم وقت جو کچھ کرتا ہے آپ جانتے ہیں یہ واقعہ نبو امیہ کے عہد کا ہے، تو کیا میں ایسے لوگوں کو اپنی زکوٰۃ دے دوں؟“ اُن سب نے کہا: ”ہاں دے دو“ اس حدیث کو سعید بن منصور نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”اپنی زکوٰۃ اپنے اولی الامر کے حوالے کر دو۔ اُن میں سے جو اس کا صحیح استعمال کرے وہ اپنے ہی لیے بہتر کرے گا۔ اور جو اس کا غلط استعمال کرے گا تو اس کا وبال اسی پر ہو گا۔“

حضرت مغیرہ بن شعبہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے اپنے ایک نلام سے کہا جو طائف میں اُن کی جائیداد کا نگران تھا، تم میرے مال کی زکوٰۃ اور صدقات کو کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا: اس میں سے ملے پہنچنے کے لیے صحیح یا حسن سند سے روایت کیا ہے۔

کچھ صدقہ کرتا ہوں اور کچھ حکم وقت کے حوالے کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا: تمہیں ایسا کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ (یعنی آپ نے اسے منع کیا کہ وہ زکوٰۃ وغیرہ کو خود تقسیم کرے۔ اس نے جواب دیا۔ وہ لوگ جنہیں میں زکوٰۃ دیتا ہوں، اس زکوٰۃ کے مال سے زمین خریدتے ہیں اور عورتوں سے نکاح کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: انہیں دے دیا کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ان لوگوں کو زکوٰۃ دی جائے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فیصلہ کن فتویوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی میں اصول یہ ہے کہ مسلمان حکومت یا ذمہ داری اپنے اوپر لے کہ وہ زکوٰۃ جمع کرے اور اُسے مستحق لوگوں پر خرچ کرے اور اُمتِ مسلمہ پر فرض ہے کہ وہ اس معاملے میں حکام سے تعاون کرے تاکہ نظام زکوٰۃ قائم ہو، اسلام کی بنیادیں اُستوار ہوں اور مسلمانوں کا بیت المال مضبوط ہو۔

اس قانون سازی کے مضمرات کہا جاتا ہے کہ جملہ ادیان میں جس چیز کو اہمیت حاصل ہے وہ تو یہ ہے کہ دین وہ ہے جو خوابیدہ دلوں کو بیدار کر دے، لوگوں کے سامنے نیکو کاری اور برہنہ پرہیزگاری کا ایک معیار قائم کر دے، پھر یہ کوشش کرے کہ لوگوں میں اللہ سے قرب کا شوق اور اللہ کے عذاب کا خوف دلوں میں پیدا ہو جائے۔ رہا ذمہ داری معاملات کو چلانا، تو یہ صاحبانِ اقتدار کا کام ہے۔ دین کا کام نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات دوسرے ادیان کے بارے میں تو درست ہو سکتی ہے مگر اسلام کے معاملے میں ہرگز درست نہیں ہے۔ اسلام تو عقیدہ بھی ہے اور نظام زندگی بھی، نظام اخلاق بھی ہے اور قانون و شریعت بھی، قرآن بھی ہے اور سلطان بھی۔ اسلام میں انسان کے دو حصے نہیں کیے گئے کہ ایک حصہ دین کے لیے ہو اور دوسرا دنیا کے لیے۔ انسانی زندگی حصوں میں تقسیم نہیں کی گئی کہ ایک حصہ قیصر کا ہو اور دوسرا خدا کا۔ بلکہ پوری زندگی، مکمل انسان اور اسی کا کائنات اللہ واحد و تبارک کے تابع ہے۔ اسلام ہدایت کا ایک مکمل نظام بن کر آیا ہے جس کے مقاصد میں ساری انسانیت کو توحید کی دعوت دینے اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنے کی تلقین کے ساتھ فرد کی آزادی اور

عزت، سارے معاشرے کی خوشحالی، اور فرسوں اور نیکو متوں کو بچائی اور بھلائی کی عزت متوجہ کرنا بھی شامل ہے۔ ہدایت کے اس مکمل نظام میں ایک نئی زکوٰۃ کی بھی ہے جسے ادا کرنا اگرچہ فریضہ پر فرض ہے مگر اس کی تنظیم فرد کے فریضے میں نہیں بلکہ اسلامی حکومت کے فریضے میں شامل کی گئی ہے چنانچہ اسلام میں زکوٰۃ کا جمع کرنا اور اُسے مستحق افراد معاشرۃ تک پہنچانا حکومت کے سپرد کیا گیا ہے نہ کہ اسے لوگوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں جن سے شریعت اسلامی بے اعتنائی نہیں برت سکتی:

۱- معاشرے میں ایسے افراد بھی ہو سکتے ہیں جن کے ضمیر صحت دینا اور صحت ذات کے سبب مردہ ہو گئے ہوں یا انہیں کوئی روحانی بیماری لاحق ہو گئی ہو۔ اگر فقرا، و مساکین کے حق کو ایسے لوگوں پر چھوڑ دیا جائے تو اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ فقراء و مساکین کو ان کا حق لازمی طور پر مل جائے گا۔

۲- اگر فقیر اور محتاج شخص بجائے ایک دولت مند آدمی سے لینے کے حکومت سے اپنا حق وصول

کرے تو اس کی عزت نفس اور آبرو محفوظ رہتی ہے اور اس کے احساسات مجروح نہیں ہوتے۔

۳- اگر تقسیم زکوٰۃ کے معاملے کو افراد پر چھوڑ دیا جائے تو تقسیم میں بدتملی پیدا ہو جائے جو سکتا ہے

کہ اکثر دولت مند ایک ہی فقیر و محتاج کو زکوٰۃ دیتے رہیں اور دوسروں کو نظر انداز کر دیں اور وہ انہیں تقسیم زکوٰۃ کے وقت یا د تک نہ آئیں اور انہیں وہ در آنجا لیکہ وہ اس فقیر سے زیادہ محتاج ہوں۔

۴- زکوٰۃ کا مصرف صرف فقراء و مساکین اور مسافروں تک ہی محدود نہیں، بلکہ اس کے بعض مصارف

وہ ہیں جن سے عانتہ المسلمین کا مفاد و البتہ ہوتا ہے، جس کا اندازہ افراد نہیں کر سکتے بلکہ مسلمانوں کی عجات کے اولوالعمر اور اہل ثنونی ہی کر سکتے ہیں۔ مثلاً مؤلفۃ القلوب کو دینا، جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ساز و سامان تیار کرنا، اور دنیا میں اسلام کی تبلیغ کے لیے مبلغین کو تیار کرنا۔

۵- اسلام دینی بھی ہے اور حکومت بھی۔ قرآن بھی ہے اور سلطان بھی۔ اس سلطان اور حکومت کو

بھی مال کی ضرورت ہے جس سے وہ اسلامی نظام قائم کر سکے اور اس سلسلے میں اپنے منصوبوں کو عملی بنا پہنک سکے۔ اور اس مال کے حصول کے ذرائع کا ہونا بھی ضروری ہے۔ زکوٰۃ حکومت کے خزانے یا بیت المال

کے لیے ایک بڑا اہم اور دائمی ذریعہ آمدنی ہے۔

زکوٰۃ کا بیت المال | اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نظام میں یہ ایک بنیادی بات ہے کہ زکوٰۃ کے لیے ایک الگ بجٹ بنے اور آمدنی علیحدہ ہو جس میں سے صرف زکوٰۃ ہی کے مصارف پر خرچ کیا جائے۔ یہ خاص انسانی اور اسلامی مصارف ہیں۔ اس مال کو حکومت کے عام بجٹ میں نہیں ملانا چاہیے جو نامناسب ہو رہا ہے کہ اس میں مختلف منسوبے آتے ہیں اور اس کی آمدنی مصارف زکوٰۃ کے سوا دوسرے مصارف میں خرچ ہوتی ہے۔ سورہ توبہ کی جس آیت میں مصارف زکوٰۃ بیان کیے گئے ہیں اس میں فرمایا گیا ہے کہ زکوٰۃ کے جمع و تقسیم کا کام کرنے والے اپنی تنخواہیں زکوٰۃ ہی سے لیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کا ایک مستقل بجٹ ہو اور زکوٰۃ کے انتظام و انصراف پر اسی میں سے خرچ کیا جائے۔ زمانہ قدیم سے مسلمان اس آیت سے یہی سمجھتے آئے ہیں۔ انہوں نے حکومت اسلامی کے بیت المالوں کو چار قسموں میں تقسیم کرتے ہوئے زکوٰۃ کا ایک الگ بیت المال مقرر کیا ہے :

۱۔ زکوٰۃ کا خاص بیت المال جس میں زکوٰۃ کی آمدنی، اس کے جمع کرنے کا انتظام اور حسب ضرورت اس کے مصارف پر اسے تقسیم کرنا شامل ہے۔

۲۔ جزیرہ و خراج کی آمدنی کا بیت المال۔ جزیرہ ایک ایسا مال ہے جو مسلمانوں کے درمیان رہنے والے غیر مسلموں سے اس شرط پر لیا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے نفع و نقصان میں ان کے شریک ہوں گے۔ جیسے مسلمانوں سے زکوٰۃ اور دوسرے صدقات مثلاً صدقہ فطر، عبادات میں کمی بیشی اور گناہوں کے کفار سے وغیرہ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح غیر مسلموں سے جزیرہ لیا جاتا ہے۔ نیز جزیرہ لے کر مسلمان حکومت غیر مسلموں کو فوجی حربوں میں شرکت کی تکلیف دینے بغیر ان کا دفاع اور ان کی حفاظت کرتی ہے۔ اور خراج ایک قسم کا مالانہ ٹیکس ہے برکسی رقبہ زمین پر اس کی طاعت کے مطابق لگایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوا و عراق وغیرہ پر لگایا تھا۔

۳۔ قسائم اور رکا ز کا بیت المال (بعض لوگ کہتے ہیں کہ رکا ز وغیرہ زکوٰۃ میں سے نہیں اور اسے زکوٰۃ کے مصارف میں خرچ نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ وہ ان کا بیت المال ہی الگ مقرر کرتے ہیں)

۴۔ گم شدہ چیزوں کا بیت المال: ان میں وہ مال آتے ہیں جن کے مالکوں کا پتہ نہ چل سکے اور وہ مال

بھی آتے ہیں جن کا کوئی وارث نہ ہو۔

یہاں ہم جو کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ ضا کارانہ طور پر کیے گئے احسان یا ان شخصی فرائض میں سے نہیں ہے جنہیں صرف افرادِ معاشرہ کے قلب و ضمیر پر چھوڑ دیا گیا ہو، کہ وہ چاہیں تو ادا کریں چاہیں تو نہ کریں، بلکہ بزور ایک فرضیہ ہے جس کی نگرانی اور اس کے جمع کرنے اور پھر مستحق افراد میں تقسیم کرنے کا انتظام حکومت کے ذمے ہے۔ یہ ایک قسم کی عبادت ہے جس میں ٹیکس کی سی خاصیت ہے، یا ایک قسم کا ٹیکس ہے جس میں عبادت کی روح کار فرما ہے۔ لہذا اس کی حفاظت اور ادا کی گئی نگرانی و نگران کرتے ہیں۔ ایک خارجی نگران یعنی مسلمان حکومت اور سارا مسلم معاشرہ۔ دوسرا داخلی نگران جو مسلمان کے ضمیر، اس کے ایمان باللہ، رحمت حق کی امید اور عذابِ الہی کے خوف سے عبارت ہے۔ انبۃ جب کوئی ایسی مسلمان حکومت موجود ہو جو فقراء کے حق کی حفاظت کرنے اور اسے اٹھارے کے ہاتھوں سے بزور جبین لینے میں خلیفہ اول سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ساطر زرع عمل اختیار نہ کر سکے تو پھر فقیر اس اسلامی ضمیر کی کفالت میں رہے گا جو خدا سے امید رحمت بھی رکھتا ہے اور اس سے ڈرتا بھی ہے اور جس کا ایمان اسے اس بات کی اجازت نہیں دینا کہ کوئی شخص پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔

رہاتی